

## تفسیر القرآن بالقرآن و السنۃ

## تفسیر مفتی محمد عبدہ کا اخلاصی مطالعہ

عاشرہ جیں\*

ثمينہ سعدیہ\*\*

قرآن مجید بلاشبہ آخری آسمانی صحیحہ ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ یہ کتاب عظیم شریعتِ اسلامیہ کا مصدر اول، انسانیت کے لئے تاقیامت سرچشمہ ہدایت، مکمل دستور عمل اور علم و حکمت کا منبع ہے۔ حیاتِ ارضی و آخری میں سعادت و نجات اس کتاب عظیم پر ایمان و عمل سے مشروط ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسانیت تک اس کتابِ حکمت کے الفاظ، اور ان کا تلفظ، آیات اور ان کے معانی و مفہوم اپنے محبوب خاتم الانبیاء مفتی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے منتقل کئے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْدُّكْرُ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾

اور ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ جو (ارشادات) لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر ظاہر کر دو۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنفُسِهِمْ يَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمْ آيَاتٍ وَيُرِيْدُهُمْ

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ لَفْيِ ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾

اللہ نے مونوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیات پڑھ

کر سنتا ہے اور ان کا تذکیرہ کرتا ہے اور انہیں (اللہ کی) کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اس سے پہلے

یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

گویا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے اوپر معلم، مفسر، شارح و ترجمان ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مفسرو معلم قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر معلم شاگرد، جنہوں نے قرآن کریم کی تلاوت، اس کا علم، فہم اور عمل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن کی تعلیم دینے کا جواہر تمام فرماتے تھے اسے درج ذیل حدیث مبارکہ کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن کی ایک آیت کا مفہوم، دوسری

\* پی ایچ ڈی سکالر، شیخ زاید اسلامک سٹر، پنجاب یونیورسٹی لاہور، پاکستان

\*\* اسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

آیت کی روشنی میں سکھایا، جب آیت کریمہ ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلِسْتُوا بِإِيمَانِهِمْ بِظُلْمٍ﴾<sup>۳</sup> میں ظلم کے لفظ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بیشان ہو گئے کہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس نے ظلم نہ کیا ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الشَّرْكَ بِالظُّلْمِ عَظِيمٌ﴾<sup>۴</sup>۔

یوں نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس جانب رہنمائی فرمائی کہ آیات قرآنیہ کی معرفت وضاحت کے لئے دیگر آیات کریمہ پر غور کرنا پاچا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قول و فعل سے بھی آیات کے معانی و معنویات کی وضاحت فرماتے۔ مثلاً یہ

حدیث مبارکہ ملاحظہ کیجیے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الْآيَةَ: {يَوْمَئِذٍ تُحَدَّثُ أَخْبَارُهَا} قَالَ ((أَتَدْرُونَ مَا أَخْبَارُهَا؟)) قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: ((فَإِنَّ أَخْبَارَهَا أَنْ تَشْهَدَ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ إِمَّا عَمَلَ عَلَى ظَهِيرَهَا، تَقُولُ: عَمِلَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، فَهَذِهِ أَخْبَارُهَا)).<sup>۵</sup>

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن یہ آیت ﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدَّثُ أَخْبَارُهَا﴾ تلاوت کر کے فرمایا: جانتے ہو کہ زمین کا خبر دینا کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: اس کا خبر دینا یہ ہے کہ ہر مرد اور عورت نے جو اس پر عمل کئے ہوں گے وہ ان پر گواہی دے گی۔ زمین کہے گی کہ فلاں نے مجھ پر یہ عمل کیا فلاں نے مجھ پر یہ کام کیا، تو یہی اس کا خبر دینا ہے۔

اس طرح نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل سے تفسیر قرآن کے دو بنیادی مصادر اور اصول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے متعین ہو گئے ایک تفسیر القرآن بالقرآن اور دوسری تفسیر القرآن بالسنۃ۔

اس کی ایک مثال حرماتِ نکاح ہیں، آیت ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مُنْتَنِي وَثَلَاثَ وَرُبْعَ﴾<sup>۶</sup> میں نکاح کے لئے بغیر کسی تخصیص کے مطلقًا عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر سورہ النساء کی اس آیت ﴿مُرِثَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخْوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ الَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخْوَاتُكُمْ مِنَ الرِّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِيْكُمُ الَّاتِي فِي حُسْنِ وَرُؤْكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ الَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُنُوْنَا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَالَلِئِنْ أَنِيَّكُمْ

الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأُنْ بَحْمَمُوا بَيْنَ الْأَنْتِيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُورًا رَحِيمًا<sup>۹</sup> سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد محترمات نکاح کی مزید وضاحت نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان سے ہوتی ہے: "لَا يُنْجِمُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَاتِهَا۔"<sup>۱۰</sup>

عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کا علم و فہم آگے منتقل کیا۔ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فیضانِ نبوت سے براہ راست مستفید ہونے کے سبب دین کے عارف اور شریعت کے عالم ہیں نیز وہ نزول قرآن کے وقت، حالات، وقائع و قرآن کے بھی شاہد ہیں اس لئے انہوں نے تعلیمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، روحِ شریعت اور دین کی مجموعی تعلیمات کی روشنی میں آیات کے معانی و مفہومیں بیان کرنے کے ساتھ ساتھ متعدد مسائل میں اجتہاد بھی کیا۔ عہدِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد ان کے چشمِ علم و فضل سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کر کے اسے آگے منتقل کرنے والے حضرات تابعین کرام ہیں۔ تابعین نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اخذ کر دہ منہج پر قرآن کریم کی تفسیر بیان کی۔ اس طرح تفسیرِ قرآن کا یہ مبارک سلسلہ جو عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوا اس کے بعد عہد بہ عہد آگے بڑھتا رہا ہے۔ علمائے کرام نے ہر دور کے حالات اور تقاضوں کے مطابق عوامِ الناس کی رہنمائی کے لیے قرآنی تعلیمات کی وضاحت احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں پیش کی۔ اور انہوں نے پیش آمدہ مسائل میں اجتہاد بھی کیا، قرآن و سنت ہی ان کی اجتہادی آرکا مأخذ و مصدر تھے۔ مثلاً امام رازی<sup>۱۱</sup> (م۔ ۲۰۲ھ) نے تفسیر مفاتیح الغیب، ابو حیان اندر لکی (م۔ ۲۵۳ھ) نے تفسیر البحر المحيط فی علم التفسیر اور علامہ آلوسی بغدادی<sup>۱۲</sup> (م۔ ۲۰۲ھ) نے تفسیر روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی میں اور دیگر مفسرین نے بکثرت مقامات پر متعدد مسائل کو قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت سے بیان کیا ہے۔

بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں عربی زبان میں لکھی گئی جو تفاسیر منصہ شہود پر آئیں ان میں مفتی محمد عبدہ (۱۸۳۹ء۔ ۱۹۰۵ء) کی تفسیر المنار اور تفسیر جزءِ عم خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ کیونکہ محمد عبدہ نے جن اصولِ تفسیر کو پیش نظر کر کتے ہوئے قرآن کریم کی تفسیر کی ہے وہ ائمہ اسلاف کے ہاں موجودہ مسلمہ اصولِ تفسیر سے مختلف ہیں۔ مفتی محمد عبدہ مملکتِ مصر کے نمایاں مصلح اور مفکر ہیں۔ جامع الازہر سے سندِ عالمیت حاصل کرنے کے بعد اسی جامع میں تدریس سے وابستہ ہوئے۔ زمانہ طالب علمی میں ان کی ملاقات علامہ جمال الدین افغانی سے ہوئی، جن کے خطبات و افکار سے متاثر ہو کر محمد عبدہ نے مستقل طور پر ان کی شاگردی اختیار کر لی۔ اس وقت مصر، مغربی طاقتوں کے حریفانہ مقابلوں کا مرکز بننا ہوا تھا جس کے نتیجہ میں ۱۸۸۲ء میں برطانیہ مصر پر قابض ہو گیا۔

۱۸۹۹ء میں محمد عبدہ کو سرکارِ مصر نے مملکت کا مفتی مقرر کیا۔ ۱۸۹۹ء میں ہی انہوں نے الازہر میں تفسیری دروس کا سلسلہ شروع کیا۔ محمد عبدہ کے شاگرد، رشید رضا ان دروس کو تحریر کرتے اور استاد کو ترمیم و اصلاح کے لئے پیش کرنے کے بعد مجلہ المنار میں شائع کرتے۔ یہ تفسیر ابھی سورۃ النساء 《وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا》 تک ہوئی تھی کہ محمد عبدہ کا انتقال ہو گیا۔ محمد عبدہ کی وفات کے بعد اس مجلہ میں رشید رضا نے تفسیر کی اشاعت کا سلسلہ جاری رکھا جو ابھی سورۃ یوسف تک پہنچا تھا کہ ۱۹۳۵ء میں رشید رضا کا بھی انتقال ہو گیا۔ محمد عبدہ نے قرآن کی تفہیم و تفسیر کے لیے جن امور کو اہمیت دی ہے انہیں رشید رضا نے اپنے استاد کے تفسیری دروس قائمبند کرتے ہوئے تفسیر المنار کے مقدمہ میں تحریر کیا ہے۔ مقدمہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر قرآن کے لیے محمد عبدہ نے درج ذیل نکات کو مرکزی حیثیت دی ہے:

- قرآن مجید میں براہ راست تدبر و تفکر کے ذریعہ آیات کے معانی تک رسائی اور ان کا بیان کرنا تفسیر قرآن ہے۔

- مفسر کے لئے مفردات و اسالیبِ قرآن کا فہم، تاریخ انسانی اور بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اقوام عالم (عرب وغیرہ) کے حالات، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات کا علم ہونا۔
- عربی زبان کی معرفت اور اس پر کامل عبور ہونا۔
- مفرداتِ قرآن کے فہم کے لئے عربی لغت اور نظم آیات میں غور و فکر کرنا۔
- اسالیبِ قرآن کے فہم کے لئے عربی لغت اور قرآن میں تدبر و تفکر۔
- فہم آیات اور بیانِ تفسیر کے لئے کتب تفسیر میں مذکور اقوال کی طرف رجوع کے بجائے اپنی عقل کو استعمال کرنا۔

محمد عبدہ نے تفسیر قرآن کے لئے احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت و ضرورت کا ذکر نہیں کیا لہذا کہا جاسکتا ہے کہ وہ بحیثیت ایک اصول و قاعدہ احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تفسیر قرآن کو بالعموم ضروری نہیں سمجھتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے اقوال و آثار کو بھی محمد عبدہ نے تفسیر قرآن کے لئے ضروری شرائط اور مأخذ میں شامل نہیں کیا۔<sup>۱۳</sup>

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی محمد عبدہ کی نظر میں تفسیر کا اصل اصول عقل انسانی ہے۔ سطور ذیل میں تفسیر القرآن بالقرآن و السنۃ کے بارے میں محمد عبدہ کے موقف و منہج کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

## تفسیر القرآن اور مفتی محمد عبدہ:

محمد عبدہ نے اپنی تفسیر میں آیات کی تشریح و توضیح دیگر آیات کی روشنی میں بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ مثلاً سورہ النباء آیت ﴿وَفُتَحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا﴾<sup>۱۳</sup> کی تفسیر آیات ﴿إِذَا السَّمَاءُ انشَقَتْ﴾<sup>۱۵</sup> ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ﴾<sup>۱۶</sup> ﴿وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ﴾<sup>۱۷</sup> کی روشنی میں کرتے ہیں کہ جس روز نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا آسمان بھی اپنی موجودہ طبعی صورت اور ہیئت کھو دے گا۔ کوئی آسمان ہی نہ رہے گا جس پر ستاروں کا نظام قائم رہے۔ اس آیت کا مطلب یہ نہیں کہ آسمان میں راستے اور دروازے بن جائیں گے بلکہ تباہی و خرابی کی وجہ سے نظام سفلی وارضی کی طرح نظام علوی و سماوی کی بھی موجودہ شکل ختم ہو جائے گی۔<sup>۱۸</sup>

سورہ الانفطار آیت ﴿إِنَّ الْأَنْبَارَ لَفِي نَعِيمٍ﴾<sup>۱۹</sup> کی تفسیر میں بروکی تشریح دیگر آیات قرآنیہ کی روشنی میں یوں کرتے ہیں: بر صرف صدق و تقویٰ کا نام نہیں بلکہ اس کی وضاحت قرآن مجید یوں کرتا ہے کہ ﴿لَيْسَ الْبَرَّ أَنْ ثُولُوا وُجُوهُكُمْ قِبَلَ الْمَسْرِقِ وَالْمَعْرِبِ وَلَكِنَّ الْبَرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّنَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبْهُ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنِ السَّبِيلِ وَالسَّائِلَيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاءَ وَالْمُؤْفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِيْنَ فِي الْبُلْسَاءِ وَالضَّرَاءِ وَحِينَ الْبُلْسِ اُولَئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوا وَأَوْلَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾<sup>۲۰</sup> بر یعنی نیکی کا انحصار ایمان پر ہے اور بعد ازاں ایمان نیکی ان مذکورہ اوصاف و اعمال کا نام ہے۔ جب یہ افعال و اوصاف جمع ہو جائیں تو یہی تقویٰ ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبَرَ حَتَّى تُنْفَعُوا بِمَا تُحِبُّونَ وَمَا تُنْفَعُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾<sup>۲۱</sup> تو محض اتفاق کا نام بھی نیکی نہیں ہے بلکہ جیسا اپنے لئے پسند کرتے ہو اس طرح کا اتفاق نیکی ہے۔<sup>۲۲</sup>

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ قرآن کی تفہیم و تشریح مطلق تدبر و تفکر فی القرآن سے ممکن ہی نہیں۔ انسانی عقل ناقص ہے اور مجرد عقل سے مفہومیم آیات پر مطلع نہیں ہوا جاسکتا۔ قرآن مجید وحی کی توضیح و تفہیم کا راستہ وحی (سنت) ہی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿أَلَا إِنِّي أُوْتِيْتُ الْكِتَابَ وَمَثْلُهُ مَعَهُ...الخ﴾<sup>۲۳</sup>

امام خطابی<sup>۲۴</sup> (م ۳۸۸ھ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

قوله "أُوْتِيْتُ الْكِتَابَ وَمَثْلُهُ مَعَهُ" يحتمل وجهین من التأویل أحدهما أن يكون معناه أنه أُوتِيَ من الوحي الباطن غير المتنلو مثل ما أعطي من الظاهر المتنلو. ويحتمل أن يكون معناه أنه أُوتِيَ الكتاب وحیا بتلیٰ وأُوتِيَ من البيان أي أُذن له أن يبین ما في الكتاب ويعلم ويخص وأن

بیزید علیہ فیشیع ما لبیس لہ فی الکتاب ذکر فیکون ذلك فی وجوب الحکم ولزوم العمل به  
کالظاهر المثلو من القرآن.<sup>۲۳</sup>

اس قول رسول ﷺ کے دو معنی ہیں، ایک یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی ظاہر جو وحی متلو ہے کی مانند وحی باطن جو کہ وحی غیر متلو ہے بھی دی گئی اور اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی متلو یعنی کتاب اللہ دی گئی تو اس کا بیان ووضاحت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ کی وضاحت کرتے ہیں، احکام میں عام و خاص کی نشاندہی کرتے ہیں اور آیات کی مراد میں (مدلول پر) اضافہ کرتے ہیں اور جن امور کا ذکر کتاب اللہ میں نہیں بھی بیان فرماتے ہیں۔ لہذا اس پر عمل اور قبول کرنا، قرآن کی ظاہری آیات جن کی تلاوت کی جاتی ہے کی طرح ہی واجب اور لازم ہے۔

کتاب اللہ کی تفہیم و توضیح میں سنت کی شدید احتیاج کے پیش نظر آئمہ امت "القرآن احوج الی السنة من السنة الی القرآن"<sup>۲۴</sup> کے قائل ہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ "السنة فاضیة علی الكتاب".<sup>۲۵</sup>

چونکہ محمد عبدہ نے احادیث کو تفسیر قرآن کے لئے ایک مستقل اصول اور مصدر کے طور پر بالعموم اختیار نہیں کیا اس لئے انہوں نے تفسیر القرآن بالقرآن کی بنیاد پر جمہور مفسرین کے بر عکس تشریع بھی کی ہے۔ مثلاً سورہ النصر ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرٌ اللَّهُ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا فَسَيَّغْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَابًا﴾<sup>۲۶</sup> کی تفسیر محمد عبدہ یوں کرتے ہیں کہ سورہ النصر میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشکلات و مصائب پر متکرر و مضطرب ہونے کے گناہ سے استغفار کرنے کا حکم دیا اور خبر دی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح و نصرت عطا کر دی جائے گی تو یہ مشکلات و مصائب بھی باقی نہ رہیں گے لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام اللہ کی حمد و ثناء بیان کرنا ہو گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشکلات و مصائب پر پریشان ہونا اس لئے گناہ کے زمرے میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے اس اضطراب پر فکر مند ہوتے گویا کہ میں اس طرح گناہ کا مر تکب ہو رہا ہوں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ عام لوگوں کی سطح کی نیکیاں مقرر ہیں کی سطح کی برائیاں ہوتی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اضطرابی حالت اور پریشانی جس پر استغفار کی تعلیم دی گئی، کو محمد عبدہ درج ذیل آیات سے واضح کرتے ہیں:

﴿فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحَى إِلَيْكَ وَضَائِقٌ بِهِ صَدْرُكَ أَنْ يَقُولُوا...الخ﴾<sup>۲۷</sup>

﴿قَدْ نَعَمْ إِنَّهُ لَيَخْرُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ إِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ ...الخ﴾<sup>۲۸</sup>

﴿وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنْ أَسْتَطَعْتَ أَنْ تَتَبَغَّىَ ... الْحَ﴾  
 ﴿وَزَلَّلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَّىٰ نَصْرُ اللَّهِ ... الْحَ﴾  
 ٣٠ ٣١ ٣٢

روايات وآثار سے ہٹ کر یہاں محمد عبدہ نے دیگر آیات قرآنیہ کی روشنی میں سورہ النصر کی تفسیر میں غلطی کی ہے۔ روایات کے مطابق سورہ النصر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح و نصرت کی نوید اور فتح حاصل ہونے تک استغفار کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ یہ سورہ فتح و نصرت الٰی عطا ہونے کے بعد نازل ہوئی۔ مکہ مکرمہ فتح ہو چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں خبر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض نبوت کی تکمیل ہو چکی ہے۔ مکہ مکرمہ جہاں سے کفار نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نکالا تھا فتح ہو گیا ہے اور لوگ جو ق در جو ق حلقہ گوشِ اسلام ہو رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب سے ملاقات کا وقت قریب آگیا ہے، جہاں رب تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بہترین میز بانی اور بھلائیاں تیار کر رکھی ہیں۔ لذاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کثیر سے تحریم و تسبیح و استغفار میں مشغول ہو جائیں۔<sup>٣٣</sup>

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سورہ کے نزول کے بعد آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں سبحانک ربنا و بحمدک اللہم اغفرلی اور سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي كثرت سے پڑھا کرتے تھے۔<sup>٣٤</sup>

پس مفسراً گر روایات و آثار سے بے اقتنائی بر تھوئے صرف اپنی فکری استعداد اور تدبیر و ذکاوت پر اعتماد کرے تو وہ خطا کا مر تکب ہو جاتا ہے۔ اسی لئے حدیث کی روشنی میں تفسیر قرآن افضل اور خطا سے محفوظ طریقہ ہے۔<sup>٣٥</sup>

### تفسیر القرآن بالسنۃ اور مفتی محمد عبدہ:

محمد عبدہ کے نزدیک احادیث کے قبول و رد کا معیار ان کی متواتر و آحاد میں تقسیم اور عقائد و احکام میں تفریق کی بنیاد پر ہے۔ وہ عقائد میں خبر واحد کی جھت کو تسلیم نہیں کرتے، ان کے نزدیک خبر آحاد ظن ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ظن کی اتیاع کرنے پر تنبیہ فرمائی ہے۔<sup>٣٦</sup> لکھتے ہیں:

لیس من الجائز لنا أن نعتقد بشيء من ذلك ما لم يرد به خبر متواتر عن المعصوم صلی اللہ علیہ وسلم ... فانه لا يجوز أن يدخل في عقائد الدين لعدم توافر خبره عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم ولا يجوز لنا الاخذ بالظن في عقيدة مثل هذه والاكتنا من الذين ان يتبعون الا الظن نعوذ بالله.<sup>٣٧</sup>

ایسی بات پر یقین رکھنا جائز نہیں جس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر متواترہ پہنچی ہو... دینی عقائد میں وہ باتیں داخل کرنا جائز نہیں جن کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر طور پر نہ پہنچی ہو اور نہ ہمارے لئے یہ جائز ہے کہ عقیدہ میں ملن (گمان) سے دلیل کپڑیں ورنہ ہم ان لوگوں میں شامل ہو جائیں گے جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ یہ لوگ تصرف ملن کی پیروی کرتے ہیں، ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

ایک اور مقام پر انہوں نے لکھا ہے:

والآحاد لا يؤخذ بها في باب العقائد.<sup>۳۸</sup>

عقائد کے بارے میں آحاد سے کوئی دلیل نہیں لی جاتی۔

### خبر واحد کی جیت اور اسلاف:

خبر واحد کا شریعت اسلام میں ججت ہوتا ہر دور میں مسلم رہا ہے اور اس پر بحیثیت ججت شرعی صحابہ کرام، تابعین و تابعین، محدثین و فقہائے عظام اور علمائے اسلام کا اجماع و تعامل رہا ہے۔ صحیح بخاری، کتاب اخبار الاحاد میں مذکور آیات و احادیث خبر واحد کی جیت پر سند ہیں۔ نقل احادیث سے قبل امام بخاری (م-۵۲۵ھ) لکھتے ہیں:

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ﴾ الآية [النوبة: ٩] وَبُسْمَى  
الرَّجُلُ طَائِفَةٌ لِّقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿إِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ افْتَشَلُوا﴾ [الحجرات: ٣٩] فَلَوْ افْتَشَلَ  
رَجُلَانِ دَخَلَ فِي مَعْنَى الْآيَةِ وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبِيًّا فَتَبَيَّنُوا﴾ [الحجرات  
٣٩: ٦] وَكَيْفَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمْرَاءَهُ وَاجِدًا بَعْدَ وَاجِدٍ فَإِنْ سَهَّا أَحَدٌ مِنْهُمْ  
رُدَّ إِلَى السُّنَّةِ.<sup>۳۹</sup>

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ہر گروہ میں سے کچھ لوگ نکلیں" الیٰ، اور ایک شخص کے لئے بھی لفظ طائفہ استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے سورہ الحجرات کی آیت "اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں" اس آیت کے معنی میں دو مسلمان آدمی بھی داخل ہیں جو آپس میں لڑ پڑیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اگر تمہارے پاس فاسق آدمی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔" اگر خبر واحد مقبول نہ ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک کے بعد دوسرے شخص کو حاکم بنانے کیوں بھیجتے تاکہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے تو دوسرے سنت کی طرف لوٹا دے۔

سورة النوبة کی مذکورہ بالآیت سے واضح ہوتا ہے کہ فرد واحد دینی علم حاصل کرنے کے بعد جب اہل علاقہ کو تعلیم دے گا تو اس ایک فرد سے دین سیکھنا ان کے لئے کافی ہو گا۔

نیز سورة الحجرات آیت ﴿إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ... إِلَخ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ خبر کی قبولیت کا انحصار تعداد پر نہیں مخترکے صادق یا کاذب ہونے پر ہوتا ہے۔

علامہ ابن حزم الاندلسی (۵۲۵ھ)، آیت ہذا سے خبر واحد کی جھت پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

صارتاً مقدمتين أنتجنا قبول خبر الواحد العادل دون الفاسق بضرورة البرهان.<sup>۲۰</sup>

درج بالآیت سے دون تائج نکلتے ہیں کہ عادل راوی کی خبر واحد کو قبول کیا جائے گا اور فاسق کی خبر کو نہیں کیونکہ اس کی خبر کی قبولیت میں دلیل کی ضرورت ہے۔

وہ صحابہ کرام جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دین سیکھنے آتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں تلقین کرتے کہ وہ اپس جا کر اپنے قبیلہ اور علاقے والوں کو دین کی تعلیم دیں گے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ رہبیہ کے افراد کو فرمایا: احْفَظُوهُنَّ وَأَبْلِغُوهُنَّ مَنْ وَرَأَكُمْ<sup>۲۱</sup> دین کی ان تعلیمات کو یاد رکھو اور اپنے پیچھے والوں تک انہیں پہنچادیں۔<sup>۲۲</sup>

صحابہ کرام کا معمول تھا کہ وہ علم دین میں باہم ایک صحابی کی بیان کردہ روایت کو قبول کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحصیل علم کے لئے ایک انصاری صحابی سے باری مقرر کی ہوئی تھی۔ جس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجلس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر حاضر ہوتے وہ انصاری صحابی حاضر ہوتے اور جس روز وہ انصاری صحابی مجلس نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شریک نہ ہوتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجلس میں موجود رہتے۔ اس طرح وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو فرمان سنتے وہ ایک دوسرے کو بتا دیتے۔<sup>۲۳</sup>

امام شافعی (۲۰۳ھ) نے الحجۃ فی تثییت خبر الواحد کے عنوان سے اس کے جھتِ شرعی ہونے پر طویل اور عمدہ کلام کیا ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ نص یا اجماع کی رو سے خبر واحد کے ثبوت کے بارے میں بتائیے تو جواب میں امام شافعی نے یہ حدیث بیان کی:

نَصَرَ اللَّهُ امْرًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا وَحَفَظَهَا وَبَلَغَهَا فَرَبَّ حَامِلِ فَقِهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ<sup>۲۴</sup>

ثَلَاثٌ لَا يُغَلِّ عَلَيْهِنَّ قَلْبٌ مُسْتَلِمٌ: إِحْلَاقُ الْعَمَلِ لِلَّهِ وَمُنَاصَحَةُ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَلُزُومُ

جَمَاعَتِهِمْ فَإِنَّ الدَّعْوَةَ تُحِيطُ مِنْ وَرَائِهِمْ.<sup>۲۵</sup>

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوشحالی عطا کرے جس نے میری باتوں کو غور سے سناء، انہیں محفوظ کیا اور انہیں دوسروں تک پہنچایا... اخ.

اس حدیث سے امام شافعیؒ یوں استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک شخص کو احادیث سننے، یاد کرنے اور آگے منتقل کرنے کا حکم دیا ہے اور اس حکم سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فرد واحد اس فریضہ کو تبھی ادا کرے گا جب اسے یقین ہو گا کہ یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی منسوب ہے۔ لہذا حدیث کی قبولیت میں تعداد رواۃ نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی نسبت ثابت ہونا ہم ہے۔ آپؐ ہیں کھنچت ہیں:

فَلَمَّا نَدَبَ رَسُولُ اللَّهِ إِلَى اسْتِمَاعِ مَقَالَتِهِ وَحْفَظَهَا وَأَدَائَهَا امْرًا يُؤْدِيهَا وَالْأُمْرُ وَاحِدٌ: دَلَّ عَلَى أَنَّهُ لَا يَأْمُرُ أَنْ يُؤْدَى عَنْهِ إِلَّا مَا تَقْوُمُ بِهِ الْحَجَةُ عَلَى مَنْ أَدَى إِلَيْهِ؛ لِأَنَّهُ إِنَّمَا يُؤْدِي عَنْهِ حَلَالٌ وَحَرَامٌ يُجْتَبَبُ وَحْدَ يُقَامُ وَمَالٌ يُؤْخَذُ وَيُعْطَى وَنَصِيحةٌ فِي دِينٍ وَدُنْيَا.

جیتِ خبرِ واحد کے دلائل میں امام شافعیؒ مزید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے نویں سال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیرِ حج بنا کر بھیجا۔ حج کے موقع پر مختلف قبائل اور شہروں سے لوگ حاضر ہوتے تھے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں حج کے مناسک کی ادائیگی کروائی۔ اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حجاج کرام کی طرف روانہ کیا جنہوں نے یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کو حجاج کے اجتماع میں سورۃ التوبۃ کی آیات <sup>۵</sup> پڑھ کر سنائیں۔ سیدنا ابو بکر و سیدنا علی رضی اللہ عنہما اپنی دینی ثقاہت، دینت داری اور خوبیوں کے حوالے سے معروف تھے۔ حجاج میں سے اگر کوئی ان دونوں صحابہ سے ناواقف تھا تو بھی ان کی سچائی اور فضیلت کے بارے میں اسے دوسروں سے معلوم ہو گیا ہو گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ سمجھتے کہ ایک شخص کی دی ہوئی خبر سے سننے والوں پر جھت پوری نہیں ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کو اپنایا گیا مگر بنائکرنے کا عقیدہ رکھتے تو وہ ایک صحابی کی اقتدا میں حج کافر یعنیہ ادا کرتے اور نہیں ایک صحابی سے سورۃ التوبۃ کی آیات و رسول اللہ ﷺ کا پیغام قبول کرتے۔<sup>۶</sup>

سلسلہ دلائل کے بعد امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

وَفِي تَبَيِّنِ خَبْرِ الْوَاحِدِ أَحَادِيثَ يَكْفِي بَعْضُهَا مِنْهَا. وَلَمْ يَزِلْ سَبِيلُ سَلْفِنَا وَالْقَرُونِ بَعْدَهُمْ إِلَى مَنْ شَاهَدَنَا هَذَا السَّبِيلَ.

خبرِ واحد کو قبول کرنے کے ثبوت میں مزید احادیث بھی ہیں لیکن ان کا بیان کافی ہے۔ یہی وہ راستہ ہے

جس پر ہمارے اسلاف اور قرونِ ما بعد کے لوگوں نے عمل کیا ہے۔

پھر امام شافعیؓ نے خبرِ واحد کے جھتِ شرعی ہونے پر اجماعِ امت یوں نقل کیا ہے جس میں عقائد و احکام کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

اجمع المسلمين قدیماً و حديثاً على تثبيت خبر الواحد والانتهاء إليه.<sup>٣٨</sup>

اس سے واضح ہوتا ہے کہ خبرِ واحد کو جھتِ شرعی تسلیم نہ کرنا، گویا حادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے۔ امام شافعیؓ نے عدم قبولیت کا قول اختیار کرنے والوں کو اس حدیث کے حکم میں شامل کیا ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو انکارِ حدیث کی پیشگی اطلاع دی تھی۔

لَا أُفَرِّي أَحَدُكُمْ مُتَكَبِّلًا عَلَى أَرْيَكِيهِ يَأْتِيهِ أَمْرٌ يُمَّا أَمْرَتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي مَا

وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ اتَّبَعْنَا.<sup>٣٩</sup>

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ وہ اپنے پلٹک پر تکلیف لگائے ہوئے بیٹھا ہو اور اس کے سامنے میرے احکام میں سے کوئی حکم پیش کیا جائے جس میں کسی بات پر عمل کرنے یا رکنے کا حکم دیا گیا ہو تو وہ کہے کہ مجھے معلوم نہیں اللہ کی کتاب میں ہمیں اس کے بارے میں کچھ نہیں ملا جس کی ہم پیروی کریں۔

علامہ خطیب بغدادیؓ (م 463ھ)، امام شافعیؓ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا کہ حدیث کے جھت ہونے کے لئے رواۃ کی کم سے کم تعداد کتنی مطلوب ہے تو انہوں نے جواب دیا: "خبر الواحد عن الواحد حتى ينتهي به إلى النبي صلی اللہ علیہ وسلم"<sup>٤٠</sup> یعنی واحد راوی کی واحد راوی سے خبر جبکہ اس کی سند نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے تو اس سے جھتِ قائم ہو جاتی ہے۔

منکرین خبرِ واحد کا رد کرتے ہوئے، خطیب بغدادیؓ نے اس روشن کو دین سے خروج اور جہالت کے مترادف قرار دیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اگر یہ بات (خبرِ واحد سے جھتِ قائم نہ ہونا) درست مان لی جائے تو اس سے قطعی طور پر لازم آتا ہے کہ صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد تمام ائمہ مسلمین کی ان روایات کو جھٹلادیا جائے جو انہوں نے بالا نفراد و صول اور نقل کی ہیں۔ اور یہ کہا جائے کہ ان حضرات کے پاس اپنے صدق کی کیا دلیل ہے تو بلاشبہ یہ دین سے خروج اور جہالت ہے۔<sup>٤١</sup>

علامہ ابن حزمؓ نے خبرِ واحد کی جھیت اور اس سے وجوبِ علم و عمل پر مدلل اور عالمانہ بحث پیش کرتے ہوئے علمائے اسلاف کے اتفاق کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

أن خبر الواحد العادل عن مثله إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوجب العلم والعمل  
معاً وبهذا نقول.<sup>٥٢</sup>

ہم اس بات کے قائل ہیں کہ ایک عادل شخص کی خبر جو وہ اپنے جیسے عادل راوی سے بیان کرے اور سلسلہ سند رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہو تو یہ خبر علم کا فائدہ دیتی ہے اور اس پر عمل کرنا لازم ہے۔

الحاصل، قرآن و سنت کے دلائل اور صحابہ و تابعین کے تعامل کی بناء پر علمائے اسلاف کا اس پر اجماع ہے کہ خبر واحد جلت شرعی ہے۔ یہ علم و عمل کی موجب ہے اور اس کی قبولیت و ثبوت کے لیے عقائد و احکام کے مابین کوئی تخصیص نہیں پائی جاتی۔

### کیا خبر واحد ظن ہے؟:

"خبر الواحد الثقة المسند اصل من اصول الدين"<sup>٥٣</sup> کے مطابق خبر واحد کا شرعی جلت ہونا ثابت شدہ ہے۔ چونکہ اولہ شرعیہ سے حاصل ہونے والا علم، ظن نہیں ہوتا اسی لئے انہمہ سلف کے ہاں خبر واحد موجب علم و عمل ہے۔ علم حدیث میں اصطلاح "ظنی، نظری" عام معنوں میں مستعمل ظن یعنی وہم، گمان، اندازہ و تخمین نہیں ہے۔ چنانچہ آیات ﴿إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ﴾<sup>٥٤</sup> اور ﴿إِنْ تَشَبَّهُونَ إِلَّا الظَّنَّ﴾<sup>٥٥</sup> میں مذکور لفظ ظن، علم حدیث کی اس اصطلاح سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ جیسا کہ علامہ ابن حزمؓ ان آیات کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

وقد صبح أن الله تعالى افترض علينا العمل بخبر الواحد الثقة عن مثله مبلغا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وأن نقول أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم بكلذا وقال عليه السلام كلذا وفعل عليه السلام كلذا وحرم القول في دينه بالظن وحرم تعالى أن نقول عليه إلا يعلم ... [الظن] هو الباطل الذي لا يعني من الحق شيئا والذى هو غير المدى الذى جاءنا من عند الله تعالى وهذا هو الكذب والإفك والباطل الذى لا يحل القول به والذى حرم الله تعالى علينا أن نقول به وبالتحرض الحرم فصح يقينا أن الخبر المذكور حق مقطوع على غيه موجب للعلم والعمل ... وأنه مع ذلك ظن لا يقطع بصحة غيه ولا يوجب العلم ... وكل ظن يتيقن فليس علما أصلا لا ظاهرا ولا باطنا بل هو ضلال وشك وظن حرم القول به في دين الله.<sup>٥٦</sup>

یعنی ظن سے مراد ضلال، شک، کذب، افک اور باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کذب، تخمین و اندازے اور

باعظ سے دین میں کلام کرنا حرام قرار دیا ہے۔ جبکہ ثقہ راوی سے مقتول خبر واحد قطعی حق ہے۔ اس سے بتایا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا یہ حکم دیا۔ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا مسلمانوں پر فرض ہے، اس لئے خبر واحد سے علم و عمل دونوں واجب ہوتے ہیں جبکہ ظن علم نہیں گمراہی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر علم و فن میں مخصوص الفاظ، مخصوص اصطلاحی معنی کے حامل ہوتے ہیں اور ان اصطلاحی معنوں کا اطلاق کسی اور طرح کرنا درست نہیں ہوتا جیسا کہ علم الصرف ایک علم کا اصطلاحی نام ہے۔ جس میں حروف و اعراب کی تبدیلی سے معنی کی تبدیلی کا علم حاصل ہوتا ہے۔ آیت ﴿أَنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتَ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ﴾<sup>۵</sup> کا یہ مطلب نہیں لیا جاسکتا کہ دیکھو، ہم اپنی کتاب میں کس طرح حروف و اعراب کی ہیر پھیر کرتے ہیں جیسا کہ تم علم الصرف میں دیکھتے ہو۔ ایسا کہنے والے کو سفیر العقل ہی کہا جائے گا۔ اسی طرح لفظ Case کیس، ہمارے زمانے میں مختلف معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ڈاکٹر حضرات لفظ کیس مرض و مریض کی تشخیص و علاج کے لئے بولتے ہیں۔ پولیس کا مکملہ مجرم کی شناخت، گرفتاری اور جرائم کی تحقیق کے لئے، عدالت و وکلاء مقدمات و تنازعات کا فیصلہ کرنے اور انتظامی مکملوں میں افسران کی ترقی، جائزہ کار کردگی، ریٹائرمنٹ اور چھٹی کی منظوری وغیرہ کے لئے لفظ کیس استعمال ہوتا ہے۔

ائمه محدثین کے ہاں خبر واحد، دین میں قطعی و یقینی علم کا ذریعہ ہے اور علم نظری یا ظنی ان کی اصطلاح میں علم کی درجہ بندی ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی<sup>۶</sup> (م ۸۵۲ھ) تصریح کرتے ہیں کہ وہ اخبار آحاد قطعی علم کا فائدہ دیتی ہیں:

- جو صحیحین میں مذکور ہوں۔
- جو متعدد طرق سے منقول ہوں۔
- جو تینیں ثقہ ائمہ حدیث نے روایت کیا ہو جیسا کہ امام مالک و شافعی و احمد بن حنبل وغیرہم ان روایات کی جلالتِ قدر کے سبب۔
- جو اخبار آحاد کی صحت پر اجماع ہو چکا ہو۔<sup>۵۸</sup>

حافظ ابن تیمیہ<sup>۷</sup> (م ۷۲۸ھ)، خبر واحد کا موجب علم و عمل ہونے پر اجماع امت بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ متاخرین متكلمین میں سے ایک قلیل گروہ نے اس بات سے انکار کیا ہے۔<sup>۵۹</sup> اسی طرح علامہ ابن قیم (م ۷۵۱ھ) نے بیان کیا ہے کہ علماء کے نزدیک صحیحین کی اخبار آحاد علم یقینی کا حاصل ہیں۔<sup>۶۰</sup> حافظ ابن قیم مزید لکھتے ہیں کہ "خبر الواحد اذا تلقته الامة بالقبول یوجب العلم والعمل"۔ آپ<sup>۶۱</sup> نے ائمہ اسلاف کا اتفاق اور اقوال ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ خبر واحد سے افادہ علم کا انکار معتزلہ اور قدریہ کی اختیاع ہے۔<sup>۶۲</sup>

امام شوکانی (۱۲۵۵ھ) نے خبرِ واحد سے علمِ یقین کے حصول پر دلائل اور اجماع نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

ولا نزاع في أن خبر الواحد إذا وقع الإجماع على العمل بمقتضاه فإنه يفيد العلم لأن الإجماع عليه قد صيره من المعلوم صدقه وهكذا خبر الواحد إذا تلقته الأمة بالقبول.<sup>۳۲</sup>

اس میں کوئی نزاع ہی نہیں کہ جب خبرِ واحد پر عمل میں اجماع واقع ہو گیا تو خبرِ واحد علم کا فائدہ دیتی ہے کیونکہ اجماع سے اس کا صدق معلوم ہو گیا اور اس طرح وہ اخبارِ آحاد جنہیں امت میں تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو وہ بھی علمِ یقینی کا فائدہ دیتی ہیں۔

### عقلائد واحکام میں تفریق باطل ہے:

اسلاف کے نزدیک احادیث کی عقلائد میں عدم قولیت اور احکام میں قولیت کی تقسیم کی کوئی اصل اور دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جس طرح احکام، وضو، طریقہ صلوٰۃ و حج، زکوٰۃ، وراثت و حدود وغیرہ کی احادیث مروی ہیں اسی طرح عقلائد، صفات باری تعالیٰ، آخرت و احوال قیامت وغیرہ کی احادیث مروی ہیں۔

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

...ولم يفرق هو ولا أحد من أهل الحديث البتة بين أحاديث الأحكام وأحاديث الصفات ولا يعرف هذا الفرق عن أحد من الصحابة ولا عن أحد من التابعين ولا من تابعهم ولا عن أحد من أئمة الإسلام وإنما يعرف عن رعووس أهل البدع ومن تبعهم.<sup>۳۳</sup>

...نہ ہی انہوں یعنی امام شافعی نے اور نہ اہل حدیث نے، احادیثِ احکام اور احادیثِ صفات میں فرق کیا ہے۔ نہ ہی صحابہ، تابعین، تابعوں اور ائمہ اسلام نے ایسا فرق کیا ہے۔ یہ فرق اہل بدعت اور ان کے پیروکاروں کی اختراع ہے۔

مزید، عقلائد واحکام کی اس تقسیم پر نقد کرتے ہوئے ابن قیم لکھتے ہیں کہ اگر خبرِ واحد سے ظن حاصل ہوتا ہے تو اس سے احکام کا اثبات بھی ایسا ہی ممنوع ہونا چاہیے جیسا کہ اسما و صفات کا اثبات منع ہے۔ دین، عقلائد واحکام کا مجموعہ ہے اور دین میں ایسی تفریق اجماع امت کی رو سے باطل ہے۔<sup>۳۴</sup>

اس سلسلہ میں نقلی و عقلی دلائل پیش کرتے ہوئے حافظ ابن قیم نے نہایت دلیق لکھتے بیان کیا ہے کہ اگر خبرِ واحد کو عقلائد میں ججت تسلیم نہ کیا جائے تو اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ دین پر عیب لازم آتا ہے جو کہ یقیناً بہت بڑا جرم اور گناہ ہے۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں: صفات باری تعالیٰ، مسائل تدریرویت، شفاقت، حوض، اہل اسلام گناہ گاروں کے جہنم سے اخراج، جنت و جہنم کی صفات، ترغیب و ترهیب، وعدہ و عید، فضائل نبی صلی اللہ علیہ وسلم، مناقب صحابہ رضی اللہ عنہم اور اخبار انبیاء علیہم السلام وغیرہم میں، احادیث آحاد کی روایت پر متفقین و متاخرین کا اجماع ہے۔ یہ تمام امور علمی ہیں، عملی نہیں ہیں۔ ان امور کے بارے میں سامع کو روایات سے ہی علم حاصل ہوتا ہے۔ پس اگر ہم یہ کہیں کہ ان میں خبر واحد علم کا فائدہ نہیں دیتی تو اس سے ہم خود پر ایسی بات کا بوجھ اٹھا رہے ہیں کہ نعوذ باللہ ان اخبار آحاد کو نقل کرنے سے امت خطا کا ارتکاب کرتی رہی ہے اور علمائیے کام میں مشغول رہے ہیں جس کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ لہذا وہ ایسی کتب مدون کرتے رہے ہیں جن کی طرف رجوع اور اعتماد کرنا جائز نہیں ہے۔ پھر خبر واحد قبول نہ کرنے کا قول اس سے بھی بہت زیادہ بڑا بار ہو گا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرد افراداً منتقل کیا۔ ہر صحابی نے دین امت کو سکھایا۔ اگر راوی کی روایت اس لئے قبول کرنا درست نہیں ہے کہ وہ وادرادی ہے تو یہ عیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹتا ہے (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی واحد شخص تھے جنہوں نے تعلیم دین کا فرض منصبی ادا کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر صحابی کو بالا نفراد دین سکھانے کے بعد اسے آگے منتقل کرنے کا حکم دے کر نعوذ باللہ غلطی کی) ہم ایسے فتح اعتماد اور قول سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔<sup>۱۵</sup>

### محمد عبدہ اور خبر متواتر:

محمد عبدہ کے اسلوب تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیات کی تشریح میں احادیث کی طرف رجوع کو بالعموم ثانوی حیثیت دیتے ہیں۔ جبکہ اولین ترجیح ذاتی فہم و منشائو حاصل ہے۔ احادیث آحاد کو عقائد میں قبول نہ کرنے کے ساتھ وہ واضح کرتے ہیں کہ جن امور دینیہ کی خبر احادیث متواتر سے ثابت ہو انہیں قبول کیا جائے گا۔ لیکن ان کی تفسیر کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ اپنے اس قول پر بھی قائم نہیں ہیں۔ جو دنی تعلیمات ان کی عقائد کی کسوٹی پر پورا نہیں اتر تیں وہ ان کا صریح انکار اور تاویل کرتے ہیں، خواہ اس پر خبر متواتر موجود ہو۔ اس طرز تفسیر کی مثال قرب قیامت میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کا انکار ہے۔ محمد عبدہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور وہ روایات جن میں آپ علیہ السلام کے نزول کی خبر ہے، آحاد ہیں جنہیں تسلیم کرنا درست نہیں ہے۔<sup>۱۶</sup>

جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے قبل آخری زمانے میں نزول خبر متواتر سے ثابت ہے۔ اس بارے میں کثیر احادیث موجود ہیں۔<sup>۱۷</sup>

جامع ترمذی میں ابواب الفتن باب ماجاء فی قتل عیسیٰ ابن میریم الدجال میں حضرت مجعع بن جاریہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کرنے کے بعد مذکور ہے کہ اس باب میں حضرت عمران بن حسین رضی اللہ عنہ، نافع بن عقبہ رضی اللہ عنہ، ابو بزرگ رضی اللہ عنہ، حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، کیمان رضی اللہ عنہ، عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ، جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، ابو امامہ رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ، نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ، عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث مروی ہیں۔<sup>٦٨</sup>

یوں محمد عبدہ نے خبرِ متواتر سے بھی صرفِ نظر کیا ہے۔

محمد عبدہ خبرِ متواتر کی بھی لفظی و معنوی میں تقسیم کرتے ہوئے خبرِ متواتر معنوی کو مصدرِ تفسیر تسلیم نہ کرتے ہوئے ذاتی پیمانہ عقل پر آیات کی تفسیر کرتے ہیں جیسا کہ آیت ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اس سورۃ میں کفارِ مکہ کے طفڑو طعن کے جواب میں اللہ کی طرف سے قوت و عزت عطا کرنے کی نویدی گئی ہے۔ المذایق سورۃ میں کوئی وجہ نہیں ہے کہ جس سے حوض کوثر مراد لیا جائے۔ نیز قریش کے طعنوں کے جواب میں مسلمانوں کو قوت و شوکت کی خیر کثیر دینے کا مصدق حوض کو قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس بات پر اعتقاد کہ کوثر، جنت کی ایک نہر ہے خبرِ متواتر پر موقوف ہے۔ ایک جماعت کی رائے میں یہ اخبارِ متواتر ہیں لیکن (ہمارے نزدیک) یہ تو اتر معنوی ہے۔ قرآن مجید کی طرح تو اتر (لفظی) نہیں ہے۔ جس طرح قرآن مجید سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمی زندگی اور ایامِ مدینہ کا علم حاصل ہوتا ہے اس طرح غیبی امور کی قبیل سے اس نہر کی موجودگی کا علم جو کہ یقین پر موقوف ہے، حاصل نہیں ہوتا۔<sup>٦٩</sup>

لیکن محمد عبدہ کی اس تشریح کے بر عکس ہم دیکھتے ہیں کہ ﴿الْكَوْثَر﴾ سے حوض کوثر مراد ہونا صحیح بخاری میں مذکور احادیث سے ثابت ہے۔<sup>٧٠</sup>

انہہ اسلاف کے نزدیک قرآن کی تشریح کا مبارک فریضہ سر انجام دینے کے لئے احادیث کی طرف رجوع کرنا لازمی ہے کیونکہ صحیح احادیث خواہ آحاد ہوں یا متواتر، قرآن کی مفسرہ مبنی ہیں۔ لیکن محمد عبدہ نے علمائے سلف کے اس متفقہ تفسیری اصول "اذا عرف التفسير من جهة النبي صلی الله علیہ وسلم فلا حاجة الى قول من بعده"<sup>٧١</sup> کے بر عکس احادیث پر ذاتی فہم و عقل کو مقدم رکھا ہے۔ اس طرح وہ جمہور مفسرین سے الگ راہ تفریض پر قائم نظر آتے ہیں۔

## حوالی و حوالہ جات

- ١- انخل: ١٦، ٣٣
- ٢- آل عمران: ٣، ١٢٣
- ٣- الانعام: ٢، ٨٢
- ٤- لقان: ٣١، ١٣
- ٥- البخاری، محمد بن إسحاق (م ٢٥٦ھ)، الجامع الصحيح، دار السلام للنشر والتوزيع الرياض، الطبعة الثانية، ١٤٣٩ھ/١٩٩٩ء، کتاب الشفیر، سورۃلقان، باب لا تشرک بالله...، رقم الحدیث: ٢٧٢٧٦، ص: ٨٣٩
- ٦- الترمذی، ابو عیینی محمد بن عیینی (م ٢٧٩ھ)، الجامع، دار السلام للنشر والتوزیع الرياض، ١٤٣٣ھ/٢٠٠٩ء، ابواب تفسیر القرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ومن من سورۃاذ از لزلت الارض، رقم الحدیث: ٣٣٥٣، ص: ٩٩٧
- ٧- الزیارات: ٣، ٩٩
- ٨- النساء: ٣، ٣
- ٩- النساء: ٣، ٢٣
- ١٠- البخاری، الجامع الصحيح، کتاب النکاح، باب لا تکن المرأة علی عمتها، رقم الحدیث: ٥١٠٩، ص: ٩١٣
- ١١- النساء: ٣، ١٤٢
- ١٢- محبۃالمنار میں شائع ہونے والی یہ تفسیر، تفسیر القرآن الحکیم کے نام سے طبع ہوئی اور تفسیرالمنار کے نام سے معروف ہے۔ محمد عبدہ نے اپنی وفات سے تقریباً دو سال قبل جزء عم کی تفسیر از خود تحریر کی تھی جو تفسیر القرآن الکریم جزء عم کے نام سے طبع ہوئی ہے۔
- ١٣- دیکھنے: محمد عبدہ ورشید رضا، تفسیر القرآن الحکیم المشور بتفسير المنار، دارالکتب العلمیہ بیروت، لبنان، الطبعة الثانية، ١٤٣٢ھ/٢٠٠٥ء، ٢٢/١، ٢٢
- ١٤- النساء: ٧، ١٩
- ١٥- الانشقاق: ٨٣، ١
- ١٦- الانفطار: ٨٢، ١
- ١٧- الفرقان: ٢٥، ٢٥
- ١٨- محمد عبدہ (م ١٤٣٢ھ)، تفسیر القرآن الکریم (تفسیر جزء عم)، مطبعة مصر شرکة ساہمۃ مصریۃ، الطبعة الشایعۃ، ١٤٣٣ھ، ص: ٥
- ١٩- الانفطار: ٨٢، ١٣
- ٢٠- البقرۃ: ٢، ١٧
- ٢١- آل عمران: ٣، ٩٢
- ٢٢- تفسیر جزء عم، ص: ٣٧
- ٢٣- ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث الحبشي (م ٢٧٥ھ)، السنن، دار السلام للنشر والتوزیع الرياض، ١٤٣٣ھ/٢٠٠٩ء، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، رقم الحدیث: ٣٢٠٣، ص: ٩١٢
- ٢٤- الخطابی، ابو سلیمان محمد بن محمد (م ٢٨٨٨ھ)، معلم السنن، مطبعة العلمیۃ حلب، الطبعة الاولی، ١٤٣٥ھ/١٩٣٢ء، ٢/٣، ٢٩٨
- ٢٥- خطیب بغدادی، احمد بن علی (م ٢٦٣ھ)، الکفاۃ فی علم الروایۃ، دائرة المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد، انڈیا، ١٤٣٥ھ، ص: ١٣
- القرطیسی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد (م ٢٧٤ھ)، الجامع لادحکام القرآن، دارالکتب العلمیہ بیروت، ١٤٣٠ھ، ١/١، ٢٧



- کرے گا، جنت میں مومن کے سوا کوئی داخل نہ ہو گا اور جن کے ساتھ مسلمانوں کا معابدہ ہے اس کی مدت آج سے چار ماہ ہے۔ تفصیل اور روایات کے لئے رجوع بکھجے: جامع البیان عن تاویل آئی القرآن، ۱/۱۱، ۳۰۹-۳۰۳؛ الرازی، فخر الدین محمد بن عمر (م ۲۰۲ھ)، مفاتیح الغیب، دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت، الطبعة الاولی، ۱۹۸۱/۱۵، ۱۹۸۱/۱۵، ۲۲۶-۲۲۷؛ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر (م ۲۷۷ھ)، تفسیر القرآن العظیم، دار ابن حزم للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت، الطبعة الاولی، ۲۰۰۰/۱۵، ص: ۸۵۹-۸۲۲
- الرسالۃ، ص: ۳۱۳-۳۱۵؛ النسائی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب (م ۳۰۳ھ)، السنن، دار السلام للنشر والتوزیع الیاض، ۱۳۰۹/۱۴۰۹، کتاب مناسک الحج، باب الحجۃ قبل یوم التروییة، رقم الحدیث: ۲۹۹۶، ص: ۲۷۷
- الرسالۃ، ص: ۲۵۳-۲۵۴
- ایضاً، ص: ۷۵-۷۶
- الترمذی، الجامع، ابواب العلم، باب ما نیی عنہ ان یقال...، رقم الحدیث: ۲۶۶۳، ص: ۷۹۳
- الکفایی فی علم الرواییة، ص: ۲۳-۲۴
- ایضاً، ص: ۱۹
- الاحکام فی اصول الاحکام، ۱/۱۱۹
- ایضاً، ۱/۱۷-۱/۱۱
- ایضاً، ۲/۵۳
- الاعnam، ۱۳۸: ۲
- الاحکام فی اصول الاحکام، ۱/۱۲۵-۱۲۴، ۱۲۸
- الاعnam، ۲/۲۵
- ماخوذ، تفصیل کے لئے دیکھئے، ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی (م ۸۵۲ھ)، تہذیب النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، مکتبۃ ابن عباس للنشر والتوزیع المصورۃ، جیہوریۃ مصر العربیۃ، سان، ص: ۸۹-۹۵
- مقدمة فی اصول التفسیر، ص: ۷۶
- ابن قیم، محمد بن ابی بکر (م ۷۵۷ھ)، مختصر الصواعق المرسلة علی الجہیۃ والمعطیۃ، مکتبۃ اخوااء السلف الیاض، الطبعة الاولی، ۱۳۲۵/۱۴۰۵، ص: ۱۵۰۲-۱۵۰۱، ۲۰۰۰/۱۴۰۲، ص: ۱۵۰۲
- مختصر الصواعق المرسلة علی الجہیۃ والمعطیۃ، ۱/۳، ۱۵۵۸-۱۵۵۷، اقوال سلف کے لئے ملاحظہ بکھجے، ۱/۳، ۱۳۷۲-۱۳۸۰
- الشوکانی، محمد بن علی (م ۱۲۵۵ھ)، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، دار الفضیلۃ للنشر والتوزیع الیاض، الطبعة الاولی، ۱۴۲۱/۱۴۰۰، ص: ۲۵۵
- مختصر الصواعق المرسلة علی الجہیۃ والمعطیۃ، ۱/۳، ۱۶۱۳: تیزد کھجے، ۱/۳، ۱۵۷۰-۱۵۷۱
- ایضاً، ۱/۲۰-۱/۲۱
- ایضاً، ۱/۲۰-۱/۲۱

٤٤- تفسیر المنار، ٣/٢٦

٤٧- البخاری، الجامع الصیح، کتاب احادیث الانبیاء، باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام، رقم الحدیث: ٣٣٣٨، ص: ٥٨١؛ مزید احادیث کے لئے رجوع کیجئے، مسلم بن الحجاج (م ٢٦١ھ)، الجامع الصیح، دار السلام للنشر والتوزيع، الرياض، الطبعة الثانية، ١٤٢١ھ/٢٠٠٠ء، کتاب الایمان، باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام...، رقم الحدیث: ٣٨٩-٣٩٥، ص: ٧٧-٧٨؛ کتاب الفتن، باب فی خروج الدجال، رقم الحدیث: ٣٨١، ص: ٢٧٣؛ الترمذی، الجامع، ابواب الفتن، باب ماجاء فی نزول عیسیٰ علیہ السلام، رقم الحدیث: ٢٢٣٣، ص: ٦٢٣؛ باب ماجاء فی فتہیۃ الدجال، رقم الحدیث: ٢٢٣٠، ص: ٦٢٦-٦٢٧؛ ابو داؤد، السنن، کتاب الملائم، باب المارات الساعة، رقم الحدیث: ٣٣١١، ص: ٨٥١؛ کتاب الملائم، باب خروج الدجال، رقم الحدیث: ٣٣٢٣، ص: ٨٥٣

٤٨- الترمذی، الجامع، رقم الحدیث: ٢٢٣٣، ص: ٦٢٨؛ محقق نے جامع ترمذی میں ان تمام صحابہ کرام کی مرویات کی تخریج بھی پیش کر دی ہے۔ ملاحظہ کیجئے، ص: ٦٢٩

٤٩- تفسیر جزء عم، ص: ١٦٥-١٦٧

٤٧- البخاری، الجامع الصیح، کتاب الرقاق، باب فی الحوض، رقم الحدیث: ٦٥٧٨، ٦٥٧٩، ٦٥٨٠، ٦٥٨١، ١١٣٨، ص: ٨

٤٨- خالد بن عثمان السبت، قواعد التفسیر، دار ابن عفان للنشر والتوزيع، ١٤٢١ھ، ١/ ١٣٩